آثارِ عمرین پر ایک نظر

جناب محمد اجمل اصلاحی استاذ ادب عربی مدرستہ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ

(۱)

(۷) ڈاکٹر صاحب نے ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء کے حوالہ سے نجاشی اور عجلانی کا مفصل واقعہ درج کیا ہے، لیکن واقعہ کا آخری حصہ یعنی نجاشی کا آخری شعر، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور نجاشی کی ہجو سے توبہ الشعر والشعراء کے اس نسخے میں موجود نہیں جو میرے سامنے ہے[1]

نجاشی کا پہلا شعر جو عجلانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا یہ ہے:

إذا اللہ عادی أهل لؤم ورقة

فعادی بنی العجلان رهط ابن مقبل

اور ڈاکٹر خالدی صاحب نے اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''جب اللہ کسی قابل ملامت و کمزور گروہ سے ناراض ہوتا ہے تو وہ ابن مقبل کے قبیلہ بنو عجلان ہی سے ناخوش ہوتا ہے'' (راشٹر ۱۳ شمارہ ۵ اپریل ۱۹۷۶ء)

لیکن ڈاکٹر خالدی صاحب کے اس ترجمہ میں دو نہایت ہی فاحش قسم کی غلطیاں ہیں: پہلی غلطی تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے لفظ ''لؤم'' کا دوسرا حرف واو سمجھا اور اسے ملامت کے معنی میں لے لیا، حالانکہ وہ واو نہیں بلکہ ہمزہ ہے اور اس لفظ ''لُؤم'' ہمزہ

[1] الشعر والشعراء تصحیح بدر الدین حلبی مطبوعہ ۱۳۲۲ھ ص ۶۹۔

کے ساتھ) کے معنی "کمینگی" کے ہیں، اسی سے لئیم کمینہ کے معنی میں آتا ہے، فنِ صَرف کی زبان میں ڈاکٹر صاحب نے مہموز العین لفظ کو معتل العین سمجھ کر ترجمہ کیا۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ اس شعر کا دوسرا مصرعہ خبریہ کی بجائے انشائیہ ہے جسے نہ معلوم کیوں ڈاکٹر صاحب نے خبریہ قرار دے دیا ہے۔ شاعر بد دعا دیتے ہوئے کہتا ہے:

"اگر اللہ کمینہ اور ذلیل لوگوں کو دشمن رکھتا ہے تو ابن مقبل کے خاندان بنو العجلان کو بھی دشمن رکھے۔"

ایک دوسری روایت میں اس شعر کے اندر "عادی" کے بجائے "جازی" کا لفظ آیا ہے[1] اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے تو مذکورہ قبیلے کو بھی سزا دے۔ چنانچہ یہ شعر سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر شاعر مظلوم ہوگا تو اس کی دعا قبول ہوگی ورنہ نہیں۔"

حضرت عمرؓ کی اس تصریح کے باوجود ڈاکٹر خالدی صاحب کی یہ غلطی بڑی تعجب خیز ہے۔

(ب) نجاشی کا دوسرا شعر یہ ہے:

قبيلة لا يغدرون بذمة

ولا يظلمون الناس حبة خردل

اور ڈاکٹر صاحب نے اس کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے:

"یہ تو ایک چھوٹا سا ناقابلِ التفات قبیلہ ہے۔ جو کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے وہ پورا کرتا ہے، ذرا سی کوتاہی بھی نہیں کرتا ہے، یہ کسی پر تل برابر بھی زیادتی نہیں کرتے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر سن کر فرمایا: "لیت آل الخطاب کذ لک" اس کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ ہے:۔

---

[1] شرح البیان للسندوبی، ج ا ص ۲۶۱۔

"خدا کرے میرے والد کے سارے اہل و عیال ایسے ہی ہوں کہ ظلم نہ کریں اور نہ ذمہ داری سے کترائیں"

اس ترجمہ میں ڈاکٹر صاحب کو عربی زبان کے لفظ "ذمۃ" کے صحیح معنی سے ذہول ہو گیا اور انھوں نے اُردو زبان کے عام استعمال سے دھوکا کھا کر اس کا ترجمہ "ذمہ داری" کر دیا، حالانکہ اس لفظ کے معنی جہاں ضمانت کے آتے ہیں وہیں عہد و پیماں کے بھی آتے ہیں۔ حماسہ میں ابو دہبل الجمحی کا یہ شعر ڈاکٹر صاحب کی نگاہ سے گزرا ہو گا۔[1]

هبونی امرأ منكم أضل بعيره   له ذمة إن الذمام كبير

(تم مجھے اپنے میں ایسا آدمی فرض کر لو جس کا اونٹ گم ہو گیا ہو اور اس کا تم سے رفاقت کا عہد ہو، بلاشبہ عہد بڑی اہم چیز ہے۔)

نجاشی کے شعر میں "لا یغدرون" کا لفظ خود بول رہا ہے کہ یہاں "ذمۃ" عہد و پیماں کے معنی میں ہے، اس تشریح کی روشنی میں نجاشی کے شعر کا صحیح ترجمہ یہ ہو گا۔

"یہ ایک معمولی قبیلہ ہے جو نہ کسی سے بدعہدی کرتا ہے اور نہ کسی پر رائی برابر ظلم کرتا ہے۔"

(ج) نجاشی کا تیسرا شعر ہے:۔

ولا یردون الماء الا عشیة   إذا صدر الوراد عن كل منهل

اور اس کا ترجمہ ڈاکٹر خالدی صاحب نے یہ کیا ہے:۔

"بنو العجلان کے لوگ پانی لینے چوری چھپے رات کے وقت آتے ہیں جبکہ پانی لینے والے پانی لے کر اپنے گھر لوٹ جاتے ہیں۔"

اس ترجمے میں "چوری چھپے" کا اضافہ ڈاکٹر صاحب کا اپنا اضافہ ہے شعر کے لفظوں میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اصل میں شاعر ان تمام باتوں کو بنو العجلان کی جانب

---

[1] حماسۃ ابی تمام مطبوعہ ۱۹۲۷ء باب النسیب ج ۲ ص ۱۱۳۔

منسوب کرتا جاتا ہے جو عربوں کے یہاں کمزوری کی علامت تصور کی جاتی تھیں از آنجملہ ان کا یہ بھی دستور تھا کہ جو لوگ طاقتور ہوتے وہ پہلے ہی چشمے پر پہنچ جاتے اور اپنے مویشیوں کو پانی پلا لیتے اس کے برعکس جو کمزور ہوتے وہ آخر میں پہنچتے جب سارے لوگ واپس ہو جاتے۔ اسی بات کو اس شعر میں ادا کیا گیا ہے اور اس کا صحیح ترجمہ اردو میں یہ ہوگا۔

"بنو العجلان کے لوگ رات ہی کے وقت چشمہ پر جاتے ہیں جب اور لوگ ہر چشمہ سے واپس ہو جاتے ہیں"

(د) نجاشی کا آخری شعر جو عجلانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا اور آپ اس کی کوئی توجیہ نہ کر سکے یہ تھا:

اُولئك إخوان اللعين وأسرة الهجين ورهط الواهن المتذلل

ڈاکٹر صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"یہ تو ان لوگوں کے بھائی بند ہیں جن پر پھٹکار پڑتی ہے۔ یہ کمینوں کا نمونہ ہیں یہ دراصل ایک بھیڑ ہے حقیروں اور رانڈوں کی"

ڈاکٹر صاحب نے اس شعر کے ترجمے میں "اسرة" کی جگہ "اسوة" کا ترجمہ کیا ہے ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جہاں سے یہ شعر لیا ہو وہاں "اسوة" ہی لکھا ہو۔ لیکن لفظوں کے سیاق و سباق کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس جگہ پر "اسرة" کا لفظ ہو "اخوان" اور "رهط" کے بیچ میں "اسرة" کا لفظ ہی موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے جیسا کہ عام روایتوں میں پایا جاتا ہے[1] لیکن ان کے درمیان میں "اسوة" اگر کسی روایت میں آیا ہے تو وہ بلاشبہ تصحیف ہے، یہ بات خود فاضل مقالہ نگار کے سوچنے اور سمجھنے کی تھی۔ اس تفصیل کی روشنی میں اس شعر کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا،

"بنو العجلان ایک ملعون کا قبیلہ، ایک دوغلے کا خاندان اور ایک بزدل و

---

[1] زہر الآداب الحصری ج ۱۔ ص ۴۴۔

ذلیل کا کنبہ ہے۔"

"لعین"، "ہجین" اور "واہن منذلل" سے مراد ابن مقبل ہے جس کا ذکر پہلے شعر میں

آیا ہے۔

---

(۸) ڈاکٹر خالدی صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کا ترجمہ کرتے ہیں:-

"عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ہرگز کسی مجرم سے اللہ کا حق لینا (سزا دینا) ترک نہیں کروں گا خواہ اس کی عدالت ظاہر ہی کیوں نہ ہو جائے اور نہ اس لیے کہ مجھ پر اس سے کینہ رکھنے (یا بوقت فیصلہ میرے حالتِ غضب میں ہونے) یا شر کی طرف داری کرنے کا الزام عائد ہوگا۔ اللہ کی قسم تم نے اس شخص کو جس نے تمھاری وجہ سے اللہ کی نافرمانی کی ایسی سزا دی جیسی کہ تم اس کی وجہ سے اللہ کی اطاعت کرنے میں دیتے۔"

"ملحوظہ: اللہ کی قسم ..... نافرمانی کی اس کا تم نے اس کو جو بدلہ دیا وہ ویسا ہوتا جیسا کہ تم اس کی وجہ سے اللہ کی اطاعت کرتے تو تم کو ملتا۔" اس ملحوظہ کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

"یہ اثر عمر رضی اللہ عنہ کے کسی مراسلے کا جزء ہے۔ پورا متن سامنے نہ ہونے کی وجہ سے مطلب حسبِ دلخواہ واضح نہیں ہو سکا۔"

(اثر ۱۹ شمارہ مئی ۷۶ء)

ڈاکٹر صاحب نے اس اثر کا پورا متن سامنے نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مطلب کی حسبِ دلخواہ وضاحت نہ کر سکنے کی معذرت کی ہے، لیکن ہمارے خیال میں اس اثر کے متعلق اس قسم کی معذرت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ یہ اثر اپنے حکیمانہ اسلوب اور معجزانہ طرزِ بیان کی بنا پر اپنے اظہارِ مدعا کے لیے بالکل کافی ہے اس میں نہ تو

کسی قسم کی کوئی کمی ہے کہ اسے بڑھایا جائے اور نہ بیشی ہے کہ اسے گھٹایا جائے بلکہ وہ بلیغ عربی کے مخصوص اسلوب کے مطابق زبان و بیان کا ایک نہایت ہی بلیغ شاہکار ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر اس اثر کا متن پہلے درج کر دیں، اور پھر غور کریں کہ ہمارے فاضل مقالہ نگار کو اس کے سمجھنے میں کہاں کہاں ٹھوکریں کھانی پڑی ہیں متن یہ ہے :-

"إني والله لا أدع حقا لله لشكاية تظهر ولا لغضب احتمل ولا لمحاباة بشر۔ وإنك والله ما عاقبت من عصى الله فيك بمثل أن تطيع الله فيه" (البیان ج ۱ ص ۲۷۸ و ۲۷۹)

اور اس کا سیدھا سادا ترجمہ یہ ہے :-

"خدا کی قسم میں کسی الزام کے خوف سے، کسی خفگی کے اندیشہ سے اور کسی شخص کی جانبداری میں اللہ کا حق لینے سے باز نہ رہوں گا، اور خدا کی قسم جو شخص تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کی کوئی سزا اس سے بہتر نہیں ہو سکتی کہ تم اس کے بارے میں اللہ کی فرماں برداری کرو۔"

اس اثر کے دو جزو ہیں، پہلے جزو میں آپ نے سمجھایا ہے کہ حق کی حمایت میں کسی الزام کا خوف، کسی خفگی کا اندیشہ اور کسی شخص کا پاس و لحاظ ہرگز آڑے نہیں آنا چاہیے، اور دوسرے جزو میں یہ تعلیم دی ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے ساتھ اللہ کی نافرمانی کرے، یعنی تمہارے ساتھ برائی کرے تو اس کی بہترین سزا یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ اللہ کی فرماں برداری کرو یعنی اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

اس کے مقابلے میں ڈاکٹر صاحب نے اس اثر کا جو ترجمہ کیا ہے اسے مع ان کے ملحوظہ کے پڑھیے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ اس مختصر سی عبارت کے سمجھنے میں ڈاکٹر صاحب سے

سے کئی غلطیاں ہوگئی ہیں، پہلی غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے "شکایتہ" کو "علالت" کے معنی میں لیکر "لشکایتہ تنہر" کا ترجمہ کیا جو عربیت کے بالکل خلاف ہے، دوسری غلطی یہ ہوئی کہ کینہ رکھنے اور حالتِ غضب میں ہونے کی نسبت انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب کردی جو کسی طرح "ولا الغضب یحتمل" سے نہیں سمجھی جا سکتی، تیسری غلطی جو نہایت ہی افسوسناک اور حیرت انگیز ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے "ولا المحاباۃ بَشَر" کو "بشّر" (را رمشدّد) پڑھا اور کسی شخص کی جانبداری کی بجائے اس کا ترجمہ شر کی طرفداری کا کردیا - اور اس طرح عربی زبان کی ایک حسین وجمیل عبارت کا مثلہ کر کے اسے کسی ناتمام مراسلہ کا ایک مہمل جزء قرار دیدیا۔

اگر ڈاکٹر صاحب خود البیان والتبیین میں اس اثر کے سیاق پر غور فرمالیے ہوتے تو کم ازکم اس اثر کے دوسرے جزء کا مفہوم تو بالکل واضح ہوجاتا۔ جاحظ نے اس مقام پر ابوالحسن مدائنی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"مرّ عمر بن ذرّ لعبد اللہ بن عیاش المنتوف وقد کان سفہ علیہ، فأعرض عنہ، فتعلق بثوبہ ثم قال لہ یاھناہ إنا لم نجد لك إن عصیت اللہ فینا خیرا من أن نطیع اللہ فیك" (البیان ج ۱ ص ۲۷۸)	حضرت عمر بن ذر کا گزر عبد اللہ بن عیاش المنتوف کے پاس سے ہوا جس نے آپ کے ساتھ کبھی گستاخی کی تھی اور آپ نے اس کو نظر انداز کردیا تھا تو آپ نے اس کا دامن تھام کر کہا: اے فلاں اگر ہمارے سلسلے میں تم نے اللہ کی نافرمانی کی (یعنی ہمارے ساتھ برائی کی) تو ہم نے اس سے بہتر کوئی اور شکل نہیں پائی کہ ہم تمھارے سلسلے میں اللہ کی اطاعت کریں (یعنی تمھیں معاف کردیں)

یہ واقعہ ادب کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے[1] ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں یہی واقعہ قدرے تفصیل سے لکھا ہے:

---

[1] عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۸۵، العقد الفرید ج ۲ ص ۲۷۶، زہر الآداب للحصری ج ۴ ص ۱۱۰۲۔

"بلغنی أن رجلا شتم عمر بن ذر فقال له: یا هذا لا تغرق فی شتمنا ودع للصلح موضعا، فانی أمت مشتمة الرجال صغیرا ولن أحییها کبیرا، وإنی لا أکافیٔ من عصی الله فیّ باکثر من أن اطیع الله فیه۔"

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر ابن ذر کو گالی دی تو انھوں نے فرمایا: اے فلاں اس قدر ہمیں گالی نہ دے، صلح صفائی کی گنجائش باقی رکھ۔ میں نے بچپن میں گالی، گلوچ سے پرہیز کیا تو اب اس عمر میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ جو شخص میرے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو میں اس کی سزا اس سے زیادہ نہیں دیتا کہ اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں۔

جاحظ نے حضرت عمر بن ذر کا یہ واقعہ درج کر کے صاف صاف یہ بھی لکھدیا ہے کہ حضرت عمر بن ذر نے اپنا یہ آخری جملہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر سے لیا ہے۔ کیا اتنی واضح تفصیل بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے کافی نہ تھی؟

---

(۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:۔

"استغزروا الدموع بالتذکر"

ڈاکٹر صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔

"آنسو بہاؤ مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے کرتوتوں پر پچھتاوا بھی چاہیئے۔ اس کے ایک اور معنی بھی بآسانی یوں ہو سکتے ہیں: مُردوں پر آنسو بہاؤ مگر اس کے ساتھ عبرت پذیری بھی ہونی چاہیے محض رونا دھونا مفید نہیں۔"

(راہِ حق ۴۷ شمارہ مئی ۱۹۷۵ء)

افسوس ہے کہ اصل عبارت کے مطابق دونوں میں سے ایک معنی بھی درست نہیں۔

یہاں "تذکر" یاد کرنے کے معنی میں ہے۔ اور اس اثر کا صحیح ترجمہ یہ ہے:۔

"یاد کر کے زیادہ سے زیادہ آنسو بہاؤ"

"تذکر" کا لفظ یہاں عام ہے، اس سے ہر اس چیز کو یاد کرنا مراد ہوگا جس سے آدمی کے دل میں رقت پیدا ہو، مثلاً آدمی کے گناہ، قیامت کے احوال، گزشتہ قوموں پر عذاب الٰہی وغیرہ، جاحظ نے اسی اثر کے ساتھ لیلی الاخیلیۃ کا یہ شعر بھی درج کیا ہے جس سے اس اثر کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ شعر توبۃ بن الحمیر کے مرثیے میں کہا گیا ہے:

سمعن بهیجا أوجفت فذكرنه ولا يبعث الأحزان مثل التذكر

(توبہ کے خاندان کی عورتوں نے سُنا کہ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے تو انھیں توبہ یاد آگیا، اور یاد سے زیادہ غموں کو تازہ کرنے والی چیز کیا ہو سکتی ہے)

نابغہ جعدی کا شعر ہے:[1]

تذكرت والذكرى تهيج لذي الهوى ومن حاجة المحزون أن يتذكرا

یعنی دل میں ایک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیے کیا یاد آیا

ذوالرمۃ کہتا ہے:[2]

وما شننا خرقاء واهيتا الكلى سقى بهما ساق فلم تتبللا

بأضيع من عينيك للدمع كلما توهمت ربعا أو تذكرت منزلا

(کسی بے سلیقہ عورت کے ایسے دو مشکیزوں سے بھی جن کے گول چمڑے کے جاند ڈھیلے ہو گئے ہوں اور کسی نے ان سے پانی پلایا ہو مگر وہ تر نہ ہو سکے ہوں اتنا پانی ضایع نہیں ہوتا جتنا تمھاری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں، جب محبوبہ کی کوئی فرودگاہ تم پہچان جاتے ہو یا اس کی کوئی جائے قیام تم کو یاد آجاتی ہے)

---

[1] اخبار النوابغ ملحقات دیوان امرئ القیس شرح السندوبی مطبوعہ ۱۹۵۳ء ص ۳۰۵۔ [2] دیوان الحماسۃ لابی تمام ج ۲ ص ۴۲

(۱۰) مشہور ہجو گو شاعر حطیئہ کا شعر ہے:

متی تأته تعشوا إلی ضوء ناره تجد خیر نار عندها خیر موقد

ڈاکٹر صاحب نے اس شعر کا یہ ترجمہ کیا ہے:

"وہ ایسی سخی داتا ہے کہ جب تم کڑکڑاتے جاڑے کی رات میں اس کی جلائی ہوئی آگ کی روشنی دیکھ کر اس کی بخشش چاہنے آؤ تو تم کو اچھی بخشش ملے گی۔ بہترین انسان وہ ہے جو بیکسوں ناداروں کو غذا و گرمی پہنچانے کے لیے رات میں آگ روشن رکھتا ہے۔"

(اثر ۳۰ شمارہ مئی ۷۵ء)

شعر کے دوسرے مصرعے کا ترجمہ غلط ہے، پورے شعر کا صحیح ترجمہ یہ ہے:۔

"جب ضیافت کی امید میں اس کی آگ کی روشنی دیکھ کر تم اس کے پاس آؤ گے تو بہترین آگ اور اس کے پاس بہترین آگ روشن کرنے والا پاؤ گے۔"

---

(۱۱) ایک بار گھوڑ دوڑ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا آگے رہا تو آپ دو زانو بیٹھ گئے اور فرمایا: "یہ سمندر ہے سمندر"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی غیر معمولی مسرت دیکھ کر فرمایا: "حطیئہ نے غلط کہا جو یہ کہا:

وما ان جیاد الخیل لا تستفزنا ولا جاعلات العاج فوق المعاصم

ڈاکٹر خالدی صاحب نے اس شعر کا یہ ترجمہ کیا ہے:۔

"ہمیں عمدہ گھوڑوں کی طلب بے آرام کرتی ہے اور نہ وہ پہنچوں کے اوپر ہاتھی دانت کے کنگن پہنتی ہیں (یعنی ہم مال یا عورت کی خواہش میں آرام طلب نہیں ہوئے)" (اثر ۳۱ شمارہ مئی ۷۵ء)

"تستفزنا" کے معنی بے آرام کے غلط ہیں اور ترجمہ اور "یعنی" میں تضاد

بھی ہے، صحیح ترجمہ یہ ہوگا: "عمدہ گھوڑے اور ہاتھی دانت کے کنگن پہننے والی خوبصورت عورتیں ہمیں بے خود نہیں کرتیں"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک حطیئہ کا یہ دعویٰ صحیح نہیں، اس لیے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب گھوڑے کی سبقت پر اس قدر مسرت ہوئی کہ آپ نے فرمایا "سمندر ہے سمندر" تو کسی عام آدمی کا کیا ذکر۔

---

(۱۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشین کو جو وصیت کی تھی اس کے ترجمہ میں کئی مقامات پر ڈاکٹر صاحب سے تسامح ہوا ہے:

(ا) "أوصيك بأهل الذمة خيرا أن تقاتل من ورائهم"

ڈاکٹر صاحب نے اس فقرے کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"میں تمھیں ان لوگوں کی بخوبی نگہداشت کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمھاری امان میں آگئے۔ دشمن کا مقابلہ ان کو اپنے پیچھے کر کے کرو"

(اثر ۳۳ شمارہ جون ۷۵ء)

"اپنے پیچھے کر کے مقابلہ کرنا" کہاں کی زبان ہے؟ عربی زبان میں تو یہ محاورہ کسی کی حفاظت ومدافعت کے لیے استعمال ہوتا ہے اس جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا:

"میں تمھیں ذمیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں کہ تم ان کی حفاظت ومدافعت کرو"

(ب) "لا تؤثر غنيهم على فقيرهم فإن ذلك بإذن الله سلامة لقلبك وحط لوزرك وخير في عاقبة أمرك حتى تفضي من ذلك إلى من يعرف سريرتك ويحول بينك وبين قلبك"

ڈاکٹر صاحب اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہیں :

"ان کے بے مایوں پر ان کے تونگروں کو ترجیح نہ دو۔ یہ عمل اللہ چاہے تو ان کے دلوں کو مضبوط رکھنے اور ان کا بوجھ کم کرنے اور تمہارے انجام کار کے لیے خیر ہوگا تا آنکہ یہ خبر اس تک پہنچ جائے گی جو تمہارے بھیدوں کو جاننے والا اور تمہارے دل کے درمیان حائل رہتا ہے۔"

اصل عبارت میں ضمیر حاضر کی ہے جس سے مراد خود وہ شخص ہے جسے وصیت کی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کا رخ عوام کی جانب پھیر دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح "تفضی" کی ضمیر کا مرجع بھی یہی شخص ہے لیکن نہ جانے کہاں سے اور کس طرح ڈاکٹر صاحب نے "تفضی" کی ضمیر کا مرجع "خبر" کو قرار دے دیا ہے۔ البیان والتبیین کے دونوں نسخوں کے علاوہ میرے سامنے اور جتنے مراجع ہیں سب میں یہ عبارت اسی طرح ہے[1] میرے خیال میں یہ ساری خرابی صرف تالیف کلام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ورنہ اس کا سیدھا اور صاف ترجمہ یہ ہے :-

"...... اللہ کے حکم سے یہ تمہارے دل کی سلامتی، بار سے سبکدوشی اور آخرت میں تمہاری فلاح و کامیابی کا باعث ہوگا۔ یہاں تک کہ تم اس ذات کے پاس پہنچ جاؤ جو تمہارے رازوں سے واقف ہے اور تمہارے اور تمہارے دل کے درمیان حائل رہتی ہے۔"

(ج) "اجعل الناس عندك سواء، لا تبالی علی من وجب الحق"

ڈاکٹر صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :-

"سب لوگوں سے یکساں برتاؤ کرو، اس کا خیال مت کرو کہ کس پر کتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے (کس کا دائرۂ اختیار و اقتدار کتنا وسیع ہے)"

---

[1] جمہرۃ خطب العرب ج ۱ ص ۹۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۱۲۱۔ ازالۃ الخفا ج ۲ ص ۱۹۱۔

جملہ کے دوسرے جزء کا ترجمہ بالکل غلط ہے اور سیاق سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو مساوات، یکساں برتاؤ اور اللہ کا حق لینے میں کسی طرح کی نرمی اور رعایت نہ کرنے کی وصیت فرمارہے ہیں اس جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

"سب لوگوں سے یکساں برتاؤ کرو، اس کی پروانہ کرو کہ حق کس پر واجب ہوا"

یعنی کوئی شخص کتنا ہی معزز ہو اور تم سے اس کا کتنا ہی گہرا ربط ہو اللہ کا حق لینے میں اس کی ہرگز پروانہ کی جائے اور سب کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے۔ مقام جابیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ دیا تھا اس کا ایک جملہ یہ ہے:-

إنما علینا أن نقیم فیکم أمر اللہ عزوجل فی قریب الناس وبعیدھم ولا نبالی علی من نال الحق[۱]"	ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ہر شخص کے بارے میں اللہ کا حکم نافذ کردیں خواہ قریب کا ہو یا دور کا۔ اور اس کی پروا نہ کریں کہ حق کس پر آن پڑا۔

ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو فرمایا:-

"ما رأیت أحداً أتقی منہ ولا أعمل بالحق منہ لا یبالی علی من وقع الحق من ولد أو والد"	میں نے حضرت عمرؓ سے زیادہ متقی اور حق پر عمل کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ حق کس پر آپڑا، وہ باپ ہے یا بیٹا۔

اس کے بعد بطور دلیل کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے عبدالرحمن کا واقعہ سنایا جس پر انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں شراب نوشی کے جرم میں حد جاری کی تھی اور ایک کمرے میں ان کے سر کے بال مونڈ دیے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئے اور لکھا: "ابن العاص! مجھے تمھاری جسارت اور وعدہ خلافی پر سخت حیرت ہے۔ میں نے تمھارے بارے میں اصحاب بدر اور ان لوگوں کی رائے جو تم سے

---

[۱] کتاب الخراج ص ۸۰، تاریخ عمر لابن الجوزی ص ۱۸۲، کنز العمال ج ۲ ص ۲۱۰۔

بہتر تھے قبول نہیں کی اور تمہارا انتخاب کیا حالانکہ تمھاری کوئی حیثیت نہ تھی، تم نے گھر کے اندر عبدالرحمٰن بن عمر پر حد جاری کی اور اس کا سر مونڈا، حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ اللہ کے حق میں کسی کے ساتھ نرمی جائز نہیں، پھر خود صاحبزادے کو بلا کر ان پر حد جاری کی، ہر چند وہ اپنی بیماری کا حوالہ دے کر چیختے رہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکمل حد جاری کر کے ہی دم لیا اور ان کو قید کر دیا یہاں تک کہ ایک مہینہ کے بعد حضرت عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا[1]۔

(د) "وإن لم تقبل ذلك ولم يهمك، ولم تنزل معاظم الأمور عند الذي يرضي الله به عنك يكن ذلك بك انتقاصا، ورأيك فيه من خولا، لأن الأهواء مشتركة، ورأس كل خطيئة ابليس، وهو الداعي الى كل هلكة، وقد ضل القرون السالفة قبلك فأوردهم النار"۔

ڈاکٹر صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح پر کیا ہے:-

"اگر تم نے اس (ہدایت) کو قبول نہیں کیا اور اس پر پوری توجہ نہیں کی اور اہمیت کے حامل بڑے کام اس شخص کے لیے نہیں چھوڑے جس کی وجہ سے اللہ تم سے راضی ہو تو اس ترک، وجہ تمہارا استحقاق بہت کم ہو جائے گا، اس کے بارے میں تمھاری رائے خراب ہو جائے گی، کیوں کہ خواہشیں مختلف ہوتی ہیں (ایک شخص کو جو اختیار و اقتدار تفویض کیا گیا ہے اس کے اختیار و اقتدار میں دخل اندازی نہ ہونی چاہیے) یہ ابلیس ہی ہے جو تمام خطاؤں کی ابتدا کراتا اور تباہیوں کی طرف لے جاتا ہے، تم سے پہلے گزری ہوئی بہت سی پیڑھیوں کو گمراہ کر کے انھیں آگ میں ڈھکیل چکا ہے"

ڈاکٹر صاحب نے اس ترجمہ میں "الذی" سے مراد شخص لیا ہے، عدم ترک کی جگہ

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۶۳۷۔

ترک لکھا ہے اور مشترک کا ترجمہ مختلف کیا ہے اور ان کی اس بے احتیاطی نے بات کچھ سے کچھ کردی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ترجمہ راقم الحروف کے نزدیک یوں صحیح ہوگا:-

"اگر تم نے اہم امور کو اس طرح انجام نہ دیا جس سے اللہ تم سے خوش ہو تو یہ تمھارے لیے معیوب بات ہوگی اور تمھاری رائے اس بات میں خراب ہوگی۔ خواہشیں سب میں مشترک ہیں اور ہر گناہ کی جڑ شیطان ہے جو تباہی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور جس نے تم سے پہلے گزشتہ قوموں کو گمراہ کرکے جہنم میں پہنچا دیا"

یعنی ہر آدمی میں خواہشِ نفس کسی نہ کسی درجہ میں پائی جاتی ہے اور گناہوں پر آمادہ کرنے والا اصلاً شیطان ہے جس کا کام ہی گمراہ کرنا اور تباہی کی طرف لے جانا ہے اس لیے اس دشمنِ خدا کے فریب میں نہیں آنا چاہیے اور اہم امور کے انجام دینے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو ہمیشہ نظر رکھنا چاہیے، چنانچہ اس کے بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:-

"ولبئس الثمن أن یکون حظ امرئ موالاة لعدو اللہ والداعی إلی معاصیہ، ثم ارکب الحق وخض إلیہ الغمرات"

ڈاکٹر صاحب اس جملہ کا ترجمہ کرتے ہیں:-

"اللہ کے دشمن سے موافقت کرنے اور اس کی نافرمانی کا میلان رکھنے پر جس کسی کو جو کچھ ملا وہ اس موافقت و میلان کا نہایت برا بدل ہوگا، اب تم حق کو ساتھ لے کر جس بھنور میں چاہے کود پڑو۔"

یہاں بھی ڈاکٹر صاحب تالیفِ کلام کو سمجھنے میں ناکام رہے، چنانچہ پورے جملے کا ترجمہ غلط ہوگیا، عبارت کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا:-

"بڑا برا عوض ہوگا کہ کسی شخص کے حصّے میں اللہ کے دشمن اور اس کی نافرمانی کی طرف بلانے والے کی دوستی آئے۔ حق کو اختیار کرو اور اسکی راہ میں ساری مشکلات و موانع کا مقابلہ کرو"

"خاص إليه الغمرات" کے لفظی معنی ہوں گے، وہ پانی میں گھسکر اس کے پاس پہنچا، مشکلات کے لیے غمرات کا استعارہ معروف ہے۔" ثم" کا تعلق دراصل "ولو تنزل معاظم الامور" سے ہے، یعنی اہم معاملات میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا خیال رکھو اور حق کے مطابق فیصلہ کرو خواہ اس کے سلسلہ میں کیسے ہی حالات سے دوچار ہو اور کتنی ہی مشکلات سے گزرنا پڑے۔

(۸) مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی جس کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے لفظوں میں مع متن حسب ذیل ہے:

لا تستأثر عليهم بالفيئ	مال کی تقسیم میں ان پر کسی کو ترجیح نہ دو
فتغضبهم۔	کہ تم سے بغض رکھنے لگیں۔

لیکن عربی زبان میں "استئثار" کا لفظ اپنے لیے کسی چیز کو مخصوص کرنے اور خود کو ترجیح دینے کے لیے آتا ہے نہ کہ کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے لیے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا فقرہ کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا:

"مالِ غنیمت کی تقسیم میں خود کو مسلمانوں پر ترجیح دے کر انھیں ناخوش نہ کرنا"

(باقی)